رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد | می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

جلد | کاکوری شنبہ یکم جولائی سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۵

ادبیات

تظمین بر غزل حضرت جگر مرادآبادی

از اکبر علی علوی باطن کاکوروی (طالبعلم)

چرکر سا دل پہ ایک لگاتی چلی گئی | سوئے ہوئے تھے بخت جگاتی چلی گئی
اک آگ سی وہ دل میں لگاتی چلی گئی | آئی جو انکی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

جب حسن و عشق قریب تر آتا چلا گیا | آئینہ دل کا اور چمکتا چلا گیا
پردے حجاب کے سب اٹھاتا چلا گیا | ہر واقعہ قریب تر آتا چلا گیا
ہر شے حسین تر نظر آتی چلی گئی

مغموم دل تھا غم کا ٹھکانا نہیں رہا | مہجور دل کو ہجر کا صدمہ نہیں رہا
ہم کو بھی کوئی شکوہ بیجا نہیں رہا | تفریق حسن و عشق کا جھگڑا نہیں رہا
تمیز قرب و بعد مٹاتی چلی گئی

اپنے کو خوب مست بناتا چلا گیا | پینے کا لطف خوب اٹھاتا چلا گیا
سرشار ہاں ترانے سناتا چلا گیا | مے تشنہ کام شوق تھا پیتا چلا گیا
وہ مست انکھڑیوں سے پلاتی چلی گئی ۔۔

"بیڑیان"

پیاری حسینہ! ان چوڑیوں کو میں محبت کا تحفہ سمجھ رہی تھی اور تم بھی۔ مگر تمھیں معلوم نہ تھا کہ یہ دلفریب خوشبو جو تمھارے نازک جسم سے مس ہوکر ان میں سرایت کر گئی ہے میرے لئے ایک ایسا تازیانہ ہے جو مجھے اپنی آنکھوں سے ایک لمحہ کیلئے بھی تمھاری نازنین شکل بھولنے نہ دیگا۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ یہ محبت کی بیڑیاں تھیں جو تم نے اپنے اسیر محبت کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ اُف! کس قدر پر کیف وقت تھا۔ میں اپنے دل میں ایک نامعلوم خوشی محسوس کر رہی تھی۔ جو ایک قیدی بیڑیاں پہنتے ہوئے کبھی محسوس نہیں کر سکتا۔ ہاں۔ وہ کر سکتا ہے کیسے ہے؟ اسکو زنجیریں پہنانے والے تمھارے سے حسین ہاتھ تو نہیں رکھتے۔ نہ ہی ایسا پر محبت دل اور ایسی دلکش صورت۔ اور نہ ہی ان کے چہرے پر ایسی مہربانی کی جھلک ہوتی ہے۔ یہ چوڑیاں محبت کی زنجیریں اور الفت کا حاصل ہیں۔

قمر افروز کاکوروی۔ از رامپور

کیا ہوگی شام غم میں خوشی کی کبھی سحر | ہوگی شب الم کی درازی نہ مختصر
بالکل سکون روح ہے مفقود عمر بھر | پھر بھی ہوں اور حسن کی بیتابیاں جگر
اچھا ہوا وہ نیند کی ماتی چلی گئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۳ | کاکوری شنبہ یکم جولائی سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۵

نتائج امتحانات ۱۹۴۱ء

تمام امتحانوں کے نتیجے شائع ہو گئے۔ طلباء کی مسلسل شبانہ روز کی کوششیں بحمد اللہ بار آور ہوئیں۔ ہم کامیاب طلباء کے والدین اعزہ اور سرپرستوں کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں لیکن اسی کیساتھ اس کا افسوس بھی ہے کہ اس سال کامیاب طلبہ کی تعداد سالہائے ماسبق کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ مثلاً ایل ایل بی میں اس سال کوئی شریک نہیں ہوا اور نہ آئندہ سال کسی کے شرکت کرنے کی امید ہے۔ ایم۔ اے میں تین طلباء بیٹھے تھے جسمیں دو کامیاب ہوئے۔

بی۔ اے میں اس سال صرف تین طلباء شریک تھے۔ تینوں کامیاب ہو گئے۔ آئندہ سال اس سے بھی تعداد کم ہو جائے گی یعنی بظاہر دو طالب علم شریک ہوتے نظر آتے ہیں۔ الف۔ اے کے امتحان کا نتیجہ بہت اچھا ہے۔ ۵۰ فیصدی طلباء کامیاب ہوئے ہیں یعنی ۱۰ میں ۵۔ اور آئندہ سال ۵ طلباء کے شریک ہونے کا امکان ہے۔

ہائی اسکول (میٹرک) کا نتیجہ اس سال بہت خراب رہا یعنی صرف ۴۴ فیصدی طلباء کامیاب ہوئے جن میں ایک لڑکی بھی ہے۔

بی۔ ٹی اور ڈی۔ آئی۔ ای۔ پی و دبیر ماہر و منشی و انیگلو ورناکیولر مڈل اور ورناکیولر مڈل کے امتحانات کے نتائج سو فیصدی رہے اور اردو و اعلیٰ قابلیت کا نتیجہ ۶۰ فیصدی رہا۔ منشی کے امتحان میں ایک ماسٹر المعلم اول درجہ میں اور ایک لڑکی انیگلو ورناکیولر مڈل کے امتحان میں اول آئے ہیں۔ ان تمام نتائج کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ تعلیمی حیثیت سے یہ سال ہمارے قصبہ کے لئے مایوس کن ہے اور ان نتائج پر ہم کوئی اچھے توقعات نہیں قائم کر سکتے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے ہمارا قصبہ نسبتاً اپنے معاصر قصبوں میں سالہائے ماسبق میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا گو مادی حیثیت سے کامیاب نہ ہو۔

ہم کو معلوم نہیں کہ ان کامیاب طلباء نے آئندہ کے لئے کیا سوچا ہے اور اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے اُن کے کیا عزائم ہیں!

اس سال کی فہرست میں وکالت و زراعت کی تعلیم کسی نے حاصل نہیں کی۔ گریجویٹس کی تعداد بھی اسباراً نسبتاً کم ہے اسی طرح دیگر علوم و فنون کی طرف بھی توجہ قریب قریب صفر کے ہے۔ ہمکو حیرت ہو گی اگر یہی انحطاط تعلیمی حیثیت سے ہمارے قصبہ میں رہا اور ہماری بد اقبالیاں یونہی بڑھتی رہیں تو خدانخواستہ وہ دن بھی آ جائیگا کہ عزت سادات کیساتھ علم و عمل کی پونجی بھی ہم سے چھن جائے گی۔ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے ہمارے بزرگان و نوجوانان وطن کو سوچنا ہے اور کوئی لائحہ عمل ان نونہالوں کیلئے تجویز کرنا چاہئے۔ سہل انگاری سے کام نہ چلے گا پانی سر سے اونچا ہو چکا اب بھی وقت باقی ہے۔ اصلاح کی طرف قدم اٹھائیے ورنہ کل کوئی شکایت کا موقع نہ ہوگا۔

اس سال کامیاب طلباء کی فہرست میں ایک بات مابہ الامتیاز نظر آتی ہے وہ شرفائے وطن کی لڑکیوں کی شرکت امتحان ہے اور اکثر و بیشتر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ ہماری برادری میں تعلیم نسواں سے دلچسپی اب کافی حد تک شروع ہو گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان امتحانات کی شرکت اور کامیابی سے ہماری لڑکیوں کو وہ کیا فوائد ہیں جو حاصل ہوں گے اور جن کے حصول کے لئے والدین لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے دوش بدوش میدان عمل میں لا رہے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ لڑکیاں ہمارے ہاتھوں میں ایک امانت ہیں اور ہم کو اس کا حساب دینا ہوگا۔ بہرحال یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن غور طلب بھی۔ ہم تعلیم نسواں کے حامی ہیں لیکن ہم اپنی یہاں کی لڑکیوں میں وہ روح ضرور دیکھنا چاہتے ہیں جو عائشہ، زبیدہ اور رابعہ بصری میں تھی

اور ہمارے اجداد کی بہت سی ان بہنوں میں ابھی ہم کو لفاظی و رواجی تعلیم سے زیادہ انکی اعلیٰ تربیت کی ضرورت ہے۔

انشاء اللہ قریبی فرصت میں ہم اس مسئلہ پر تفصیلی طور پر خیالات کا اظہار کریں گے اور اس عرصہ میں ہم اپنے تمام برادران وطن کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے قیمتی مشوروں سے اس مسئلہ خاص میں امداد کریں اور ایک لائحہ عمل شریف بچیوں کے لئے طے کریں۔ اخبار کے کالم موافق و مخالف دونوں کی رائیوں کے لئے کھلے ہوئے۔

بارش

(از آپا۔ الیس نگار صاحبہ کاکوروی از رامپور)

(حسب ذیل مضمون ہمارے وطن کی ایک نو عمر لڑکی کے قلم سے نکلا ہے پاکیزگی خیال اور ذہن کے رسائی کی ہم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ اڈیٹر)

بارش معشوقۂ فلک کے گلے میں پڑا ہوا موتیوں کا ہار ہے جو دست درازیٔ نسیم سے ٹوٹ کر گرا ہے اور موتی زمیں پر بکھر گئے ہیں۔

بارش کے قطرے اصل میں پھول ہیں جو سبزۂ برجدی نے مادر گیتی کے حسن سے متاثر ہو کر اس کی نذر کئے ہیں۔

جب کشتیٔ مہ بحر فلک میں آہستہ آہستہ چلتی ہے تو کہکشانی پریاں پانی سے کھیلتی ہیں۔ بارش کے قطرے پریوں کے اڑائے ہوئے چھینٹے ہیں۔

بارش کی بوندیں وہ ستارے ہیں جنہوں نے خدائے ذوالجلال سے سرکشی کی تھی اور سزا کے طور پر دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔

بارش کے قطرے اصل میں معصوم فرشتے ہیں جو دنیا کی سیر کرنے آئے ہیں۔

بارش آسمان کا تحفہ ہے جو اس نے اپنی بیٹی کو رخصت کے وقت دیا تھا۔ اور جس سے وہ اب بھی فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔

بارش کی بوندیں حرماں نصیب عاشقوں کے آنسو ہیں جو انہوں نے اپنے محبوبوں کی جدائی میں بہائے ہیں۔

بارش در اصل آسمان کے آنسو ہیں جو وہ اپنی بے بضاعتی پر بہاتا ہے۔

کثرت عبادت سے فرشتوں کی تسبیحوں کے دانے کمزور ہو جاتے ہیں اور جب زور سے ہوا چلتی ہے تو تسبیحیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتی ہیں۔ اسی کو بارش کہتے ہیں۔

بارش در اصل خدا کی عنایت اور مہربانی ہے جو پانی کی صورت میں زمین والوں پر نازل ہوتی ہے (طبعزاد)

فانوس خیال

(از ناظر کاکوروی)

گذشتہ سے پیوستہ

جلیل۔ فضول بک بک بہت ہو چکی اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں جو شاید بحث امشب پر صادق آئے۔ سب لوگ۔ ضرور۔ ضرور بسم اللہ

جلیل۔ کوئی پانچ سال ہوئے ہونگے انجمن الفرض کے دورہ کے سلسلہ میں لکھنؤ بھی گیا تھا۔ لکھنؤ والے بڑے مہمان نواز اور صاف دل ہوتے ہیں ہر مسافر کے لئے ان کا مکان کھلا رہتا ہے۔ یہیں دار العلوم میں دیکھ لیجئے پروفیسر محمد حبیب صاحب کا مکان ہر مہمان کیلئے وقف رہتا ہے لکھنؤ کے مواضعات میں جائیے جہاں نہ ہوٹل ملیں گے اور نہ قہوہ خانے وہاں آپ نہ سرائیں پائینگے اور نہ مسافر خانے مگر آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی کسی جھونپڑے پر بھی آپ پہنچ جائیے کھانے کو دال دلیا اور سونے کو صاف وکشادہ مقام ضرور ملجائیگا۔

ایک دن میں کاکوری سے لکھنؤ تنہا جا رہا تھا میرے ساتھی ملیح آباد میں نواب محمد علیخان صاحب کے مہمان تھے اتفاق سے دین محمد نے جو تنہائی دور کرنے کے لئے شاہ کاظم صاحب اور شاہ تراب صاحب کی ٹھمریاں اور غزلیں گاتا جاتا تھا مجھ سے جنون کی مسجد کا قصہ بیان کیا۔ سڑک سے وہ مقام دور تھا ۸ بج چکے تھے اور جنون کی مسجد ناہموار میدان میں تھی گرد و نواح کی زمین دشوار گذار خار دار جنگلی خودرو درختوں سے بھری ہوئی تھی آبادی بھی بہت خال خال تھی کچھ ان پڑھ اور دیہاتی مرد و زن چرواہوں کی شکل میں کسی گھنے درخت کے نیچے گھر بنے ہوئے آگ اور دھن گاتے ہوئے نظر آتے تھے۔ یہ لوگ تھے تو جاہل لیکن مہمان نواز و رہبر کامل تھے مجھکو پیاس کی شدت تھی ایک چرواہا مجھکو مسجد کے پشت پر ایک کچے مکان کے دروازہ پر لے گیا مسجد چھوٹی

اور دلفریب ہے۔ عمرات کو خاصا مجمع ہو جاتا ہے اس کے سفید مینار سڑک سے نظر آتے ہیں۔ کچے مکان کے دروازہ پر ایک معمر باوقار خاتون نے میرا استقبال کیا جو بظاہر جنگلی تھی لیکن اس کے انداز میں شاہانہ تمکنت موجود تھی رنگ خوب صاف کھلا ہوا۔ جھریاں ضرور تھیں لیکن نہ ایسی کہ انکا اثر شکل وشباہت پر پڑتا صد درجہ سفید پوش تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بوڑھا آدمی ایک بانس کی چارپائی پر لیٹا تھا۔ ڈیوڑھی میں ایک طرف کورے کورے گھڑوں میں پانی بھرا تھا جس کی سوندھی سوندھی خوشبو مجھکو اس وقت مست کر رہی تھی بڑے میاں نے سلام علیک کی ضرب لگائی میرے اوسان درست ہوئے میں نے جواب دیا اور بڑے میاں کا مزاج پوچھا۔

وہ عورت کافی عمر کی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اسکے سینہ میں کوئی زندہ تاریخ محفوظ ہے اسکی زبان نہایت درجہ شستہ تھی اور کسی طرح دیہاتی نہ معلوم ہوتی تھی اس کے لب لہجہ سے پتہ چلتا تھا کہ وہ شاید بنارس کی رہنے والی تھی۔

یہ ۹۰ سال کے ہیں غدر میں خاصے جوان تھے۔ عورت نے کہا آپ اس نواح کی رہنے والی نہیں ہیں؟ میں نے سوال کیا ـــ وہ ٹھنڈی سانس لیکر بولی "یہ ایک پرانی داستان ہے ہم لوگ پرانی عدالت (بنارس) کے رہنے والے ہیں اور ۸۰ سال سے یہاں آکر بس گئے ہیں۔ یہ سنکر میں سہم گیا۔ کہ اس جنگل میں ایک دن نہیں ۸۰ سال گزار دیئے۔ ابھی میرے حواس بجا نہ ہوئے تھے کہ ایک بوڑھا چرواہا بھی آگیا معلوم ہوا کہ وہ بھی کبھی سلطنت اودھ میں فوج میں ملازم تھا۔

اسی اثنا میں بڑی بی الومنیم کے گلاس میں میرے لئے ستو بنا لائیں جس میں برف تو نہ تھا لیکن۔ کورے گھڑے کا پانی کافی ٹھنڈا تھا مجھکو اس گلاس میں بازار کے برف سے ٹھنڈے پانی سے زیادہ لطف آیا اور تھوڑی دیر میں دسترخوان پر کھانا بھی چن دیا۔ کھانا کھایا۔ بھوک لگی ہوئی تھی ـــ ماش کی دال میں پالک کا ساگ پڑا ہوا تھا جوار کی صاف شفاف موٹی روٹی ـــ اور آم کی چٹنی اور سفید گڑ۔ یہ چیزیں مجھکو شہر میں کہاں میسر تھیں۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا! تھوڑی دیر کے بعد بڑے میاں نے اپنی واجد علی شاہی شکل میرے سامنے بڑھا دی۔ میں حقہ نہ پیتا تھا شکریہ ادا کرکے معافی مانگی۔ میرے احباب اس وقت ملیح آباد میں نواب محمد علی خاں کے وسیع دسترخوان پر داد شجاعت دے رہے تھے۔ لیکن میں بھی اپنے جدید ماحول میں ان سے کسی طرح کم خوش نہ تھا میں اب جانے کے لئے پر تول رہا تھا کہ دفعتاً بڑے میاں نے نہایت درجہ عزیز دارانہ حیثیت سے کہا۔

"میاں صاحبزادے اس چلچلاتی دھوپ میں کہاں جاؤ گے" اکا عمل ہے ایسے وقت چیل انڈا چھوڑتی ہے سامنے والی پلنگڑی پر لیٹ جاؤ سستا لو۔ بیگم پنکھا جھل دینگی۔ ٹھنڈے وقت چلے جانا۔ ابھی کیا جلدی ہے۔ آج برسوں میں اللہ نے یہ صورت دکھائی ہے۔ بڑی بی بھی اب تو بڑی محبت سے منع کرنے لگیں۔ میں نے بھی سوچا۔ دھوپ میں کہاں جاؤنگا۔ یکہ چلا ہی گیا ہے اب شام کو ٹھاکر گنج تک پیدل جاکر لکھنؤ کے لئے یکہ لونگا۔ یہ سوچ کر خاموش ہو گیا لیکن دل ہی دل میں اس غیر معمولی اخلاق ومحبت پر شرمندہ تھا اور مسرور بھی کہ کائنات میں اب بھی ایسے بے غرض محبت کرنے والے موجود ہیں میں نے ٹرکش کوٹ اتارا اور پاس کے پڑے ہوئے پلنگ پر دراز ہو گیا نیند تو آتی نہ تھی دھوپ اس غضب کی تھی کہ باہر نگاہ نہ کی جاتی تھی اور بقول کسی کے سے

پائے نگاہ میں آبلے پڑے جاتے تھے

میں پلنگ پر لیٹا ہوا گرد وپیش کے حالات پر غور کر رہا تھا۔ کہ تھوڑی دیر میں بیگم آگئیں اور زمین پر بیٹھ کر بہت محبت سے پنکھا جھلنے لگیں۔ محبت میں اخلاص کا رنگ جھلک رہا تھا۔ میں گویا ان کا کھویا ہوا عزیز ان کو مل گیا تھا۔

بھیا کیا تم لکھنؤ سے آرہے ہو؟

میں ملیح آباد گیا تھا وہاں سے کاکوری حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گیا تھا۔ راستہ میں یکہ والے نے جنوں کی مسجد کا قصہ بیان کیا اسی شوق میں ادھر آنکلا۔ آپ لوگوں کی زیارت ہو گئی۔

بڑا اچھا ہوا۔ آدمی کی صورت تو دکھلائی دی۔ بھیا کہاں کے رہنے والے ہو

بنارس کا رہنے والا ہوں اردلی بازار میں گھر ہے۔

لکھنؤ سیر کے لئے آئے ہوگے

جی نہیں میں علیگڈھ میں پڑھتا ہوں۔ انجمن القرض کے لئے چندہ جمع کرنے آیا ہوں ڈالی باغ میں مولوی محمد نسیم صاحب وکیل کے یہاں قیام ہے۔

انجمن القرض کیا؟

ایک انجمن ہے جسمیں غریب نادار طلباء کو تعلیم کے لئے وظائف دیئے جاتے ہیں۔

بھیا بنارس سے کب آئے؟

کوئی پندرہ ۱۵ دن ہوئے۔

مجھکو محسوس ہوا کہ بنارس کا نام سنکر بیگم کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا کہ دفعتاً ان کا رنگ پھیکا پڑگیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگیں۔

اردلی بازار میں رہتے ہو!

جی ہاں ۔ آدم خان کی مسجد کے متصل!

بڑے میاں بھی آگئے اُن کا چہرہ بہروں کی طرح مثل ایک بند کتاب کے تھا انکو دیکھ کر کوئی یہ طے نہ کرسکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں؟

یہ سن نہیں سکتے ۔ عمر زیادہ ہے ۔ بیگم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور دریافت کیا کہ بنارس کے پرانے لوگوں کو بھی شہر میں جانتے ہوگے؟

ہاں تقریباً سب کو اگرمیرا زیادہ رہنا بنارس میں نہیں ہوا لندن مشن ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کرکے علیگڈھ چلا گیا۔ عجیب جگہ ہے آج تک نہیں چھوٹا ہے۔

بخشی ابوتراب خان کے خاندان کو بھی جانتے ہو۔

جی ہاں اکثر لوگ میرے والد کے ملنے والے تھے۔

تمہارا کیا نام ہے۔

جمیل

بیگم کچھ دیر تک ٹکٹکی لگائے مجھکو دیکھتی رہیں اور مغموم آواز میں کہا۔ اچھا بڑے نواب صاحب کے خاندان کا کیا حال ہے۔

کیا آپ نواب عبدالحسن خان کے خاندان کو پوچھتی ہیں؟

ہاں۔

خاندان غالباً تباہ ہوگیا ۔ ایک لڑکی تھی وہ سنتا ہے ۵۰-۶۰ سال پہلے سے لاپتہ ہے لڑکا حیدرآباد چلا گیا تھا ۔ میری دادی جان نے اس لڑکی کو بچپن میں دیکھا تھا نواب عبدالسلام خان اسی خاندان کے ایک فرد تھے جنہیں بادشاہ بیگم کے دربار میں بڑا رسوخ تھا نشان پالکی ہاتھی اور نہایت بھاری خلعت عطا ہوا تھا۔ اور سیادت جنگ بہادر خطاب بھی ملا تھا ۔ یہ قصے میری دادی جان جب اپنے پوپلے منھ سے بیان کرتی تھیں تو انکا چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا تھا۔

یہ سنتے ہی بیگم پر عجیب قسم کی سراسیمگی طاری ہوئی وہ کیفیت ناقابل بیان ہے، ایک عجیب جذبہ تھا۔ اور جذبہ بھی کوئی نہایت پاک انکی بڑی بڑی آنکھیں روشن ہوگئیں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بے اختیاری میں مجھکو چپٹا لیا ۔

ہاں ——— ہاں نواب عبدالحسن خان کو بھی جانتی ہوں۔ نواب عبدالسلام خاں سیادت جنگ بہادر کو بھی جانتی ہوں ——

عبدالسلام خاں اس بدنصیب ہی کے جد امجد تھے ———

اور نواب ابوطالب خان والد ماجد مفتی گنج میں قصر جمیل میں رہتے تھے جب قدسیہ بیگم نے عباسی خانم کے ذریعہ سے ہیرے کی کنی پسوا کر کھائی تھی اس وقت میرے دادا اللہ مغفرت کرے بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی پر وکیل تھے ۔ قدسیہ بیگم کے حادثہ کا بادشاہ پر بے حد اثر تھا ماتم میں سیاہ پوش تھے تمام اُمرا اور درباری بھی بادشاہ کی تقلید میں ماتمی لباس پہنے تھے ۔ لیکن جناب بادشاہ بیگم اس سیہ پوشی میں شریک نہ ہوئیں اسی سے حضرت سلامت کو ناگوار ہوا کدورت کا غبار بلند ہوا ۔ کہلوا بھیجا کہ آپ سیہ پوشی کریں یا اسی وقت میرے گھر سے فیض آباد چلی جائیں۔ بادشاہ بیگم سیدھے دل کی اس پہلو کو نہ سمجھیں گول گول جواب دے بیٹھیں حضرت اس وقت تو جی میں پی رہے آخر کو یہ رنگ لایا کہ بعد چالیس دن کے حضرت نے دھنیا مہری سے سپر نتیری دارالی کو بھیجا

اور حکم دیا کہ اسی وقت جا اور بیگم صاحب کو اٹھوا لا۔ آمادہ مستعد کھڑی ہوگئی جب حضرت بیگم کی حبشی خواجہ سرا منہ بھیجے وہ دروازہ تک پہنچے تو ڈیوڑھی کے سپاہیوں سے ہتھیار چلے اتنے میں اندر سے تلنگوں نے بندوقیں ماریں اور ادھر محل کے اوپر سے عورتوں نے اینٹیں برسائیں اب بیان سے خاصہ بردار سپاہی کہہ کر کے دوڑے اس دار وگیر میں بہت عورتیں اور اکثر مرد زخمی اور بے جان ہوئے — مقدمہ نے طول کھینچا اور ریاست کی بربادی کا نقشہ بنا —— انھیں تصدق ہونے والوں میں میرے جد امجد (اللہ ان کی گور کو ہمیشہ پھولوں سے بھرا رکھے) بھی تھے۔

بیگم نے بڑی جوش سے یہ تقریر کی تھی — میں بھونچکا رہ گیا بھلا یہ ٹکسالی زبان کبھی کیوں سنی تھی —— (باقی آئندہ)

وطن کی خبریں

نوٹ:- اعزہ احباب و جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ اڈیٹر

موسم:- گذشتہ عشرہ میں گرمی شدید رہی۔ غیر معمولی طور پر لو بھی کئی دن تک چلی سخت حبس رہا کہ راتوں کو نیند آنا مشکل تھی۔ دھوپ کی تیزی جسم کو جلستی تھی۔ فضا میں بادل بھی کم نظر آئے البتہ آسمان پہ گرد وغبار اکثر چھایا رہتا تھا۔ اب دو تین دن سے فضا میں ابر آنا شروع ہوا ہے اور کچھ ٹھنڈی ہوائیں بھی چلنے لگی ہیں جو قرب وجوار میں بارش ہونے کا پتہ دے رہی ہیں۔ پانی کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی ہے — ۹ جون کی بارش کے بعد جن لوگوں نے کھیتوں میں مکا یا دھان بوئے تھے انکو نقصان پہونچنا بیان کیا جاتا ہے۔ کسان، کاشتکار، زمیندار، آسمان کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔

آب وہوا:- ۹ جون کے بعد ۲۰ تاریخ کو کچھ ترشح ہوا قصبہ میں بفضلہ تعالیٰ کسی موسمی بیماری کی شکایت نہیں سنی گئی البتہ قریب کے بعض مواضعات سے خرابی آب وہوا کی اطلاعیں آئی ہیں۔ چیچک کی شکایت ابھی باقی ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل وکرم رکھے۔

عقد:- معلوم ہوا ہے کہ شیخ اشتیاق علی عباسی، ایم۔ اے خلف دوم شیخ شاکر علی صاحب عباسی (احاطہ غلام جیلانی) کا عقد ۱۷ جون ۱۹۴۱ء کو بمقام قصبہ جگور ضلع لکھنؤ شیخ نصرت علی صاحب قدوائی ڈپٹی کلکٹر خلف شیخ عظمت علی قدوائی مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ رخصتی عروس بعد کو ہوگی

مسلم لیگ:- ۱۵ جون ۱۹۴۱ء کو ۹ بجے شب کے وقت زیر صدارت حاجی مولوی محمد حسن صاحب علوی دفتر مسلم لیگ کے وسیع صحن میں جلسہ عام انعقاد پذیر ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد اقبالؒ کے ترانہ سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ اولاً سید احمد شفیع صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سکریٹری ضلع مسلم لیگ لکھنؤ نے اپنی تقریر میں پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے نوجوانوں سے زیادہ تعداد میں نیشنل گارڈ میں بھرتی ہونے کی اپیل کی اور عملی پروگرام پیش کرکے مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے ذرائع بتلائے اور ریڈنگ روم، شبینہ مدارس و ورزش جسمانی کے فوائد پر روشنی ڈالی (اس موقع پر مقامی مسلم لیگ کے سکریٹری نے ریڈنگ روم کے کھلنے اور شبینہ مدارس کے جاری ہونے کے اعلان کرنے کی مقرر صاحب سے درخواست کی) دوسرے مقرر حافظ منظور حسن صاحب علوی المعروف بہ مولانا ناظر الملک علوی نے اسلامی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن حکیم پر عمل پیرا ہونے کی مسلمانوں کو نہایت مدلل طریقہ پر ہدایت کی۔ تیسری تقریر الحاج مولانا کرم علی صاحب ملیح آبادی، رکن آل انڈیا مسلم لیگ نے کی اور اپنے دلچسپ وسبق آموز انداز بیان میں "پاکستان اسکیم" کو نہایت واضح طریقہ پر متعدد تمثیلوں سے حاضرین کے ذہن نشین کرایا۔ آخر میں مولانا نے کانگریس کی تنظیم کی جانب مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہوئے وقت کی نزاکت کا احساس کرنے اور جلد سے جلد اپنے نظم کو مکمل کرنے کی ہدایت کی۔

۱۱ بجے شب کو صدر، مہمانوں اور حاضرین کے شکریہ کے بعد مسلم لیگ زندہ باد - پاکستان زندہ باد - اسلام زندہ باد قائد اعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام تھا - زنانہ و مردانہ میں بوجہ خرابی موسم نسبتاً حاضری کم تھی تاہم اجتماع اچھا تھا - (رپورٹر)

ملازمت :- کلکتہ سے اطلاع ملی ہے کہ منشی محب الرحمٰن علوی (پنجٹولہ) ایک بڑے کارخانہ میں اسسٹنٹ اسٹورکیپر ہوگئے ہیں اور مولوی منتظم الدین علوی ملٹری، اکاونٹس آفس میں کلرکل اسٹاف میں داخل ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ دونوں کو مبارک فرمائے اور جلد ترقی کی خبریں سُنی جائیں۔

وطن سے واپسی :- کرم علی عباسی بعد ختم تعطیل گرما اور مشیر احمد علوی بی۔ اے بعد ختم رخصت دو ماہ حیدر آباد دکن واپس گئے۔

نتائج امتحانات :- حسب ذیل طلبہ امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالےٰ مبارک فرمائے :-

احمد علی علوی خلف منشی سخاوت علی مرحوم (ناڑتلہ) بی۔ اے (فائنل)
بشیر الدین احمد عثمانی خلف مولوی کبیر الدین مرحوم ایف۔ اے (فائنل)
بشیر احمد صدیقی خلف چودہری محمد زکی چودہری محلہ الف۔ اے (سال اول)
محمد خلیل یوسفی (احاطہ کرامت اللہ خان) اُردو اعلیٰ قابلیت
شکیل فاطمہ بنت حکیم مشیر الحسن علوی (ناڑتلہ) و عذرہ بانو بنت منشی سمیع الدین کرمانی (ناڑتلہ) ورناکیولر مڈل
محتشم الدین علوی خلف دوم مولوی تقیم الدین دلال ملی، سی۔ ٹی (سال اول)

نوٹ :- گذشتہ اشاعت میں صرف نام چھپا تھا درجہ کی وضاحت رہ گئی تھی۔

سعیدہ بانو بنت شیخ انیس احمد عباسی کا نام سعیدہ بانو غلط چھپ ہوگیا تھا۔ صحیح نام "سعیدہ بانو" ہے ناظرین درست کرلیں۔

صحت و تندرستی :- (۱) مولوی جمیل الدین کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ ابفضلہ تعالےٰ بالکل اچھے ہیں اور ریاست چرکھاری سے واپس آگئے ہیں۔

(۲) ڈاکٹر سید محمد ہاشم جنکو بلڈ پریشر کی شکایت ہوگئی تھی اور سول سرجن نے اسپتال میں داخل کرلیا تھا سنا گیا ہے کہ لکھنؤ سے کاکوری واپس آگئے ہیں۔ شکایت میں کمی ہوگئی ہے لیکن ابھی ضعف بہت ہے۔

(۳) والدہ منشی شفقت علی علوی (ناڑتلہ) کے متعلق اطلاع ملی کہ گذشتہ ہفتہ میں اتفاقیہ طور پر گر پڑی تھیں پیر میں کولے کے قریب چوٹ آگئی تھی اور دوسرے دن پیر میں جھنجھناہٹ محسوس ہوئی فوراً طبی امداد پہونچائی گئی اب بفضلہ اچھی ہیں اور چوٹ کے اثرات دفع ہو چکے ہیں۔

(۴) کلکتہ سے اطلاع ملی ہے کہ قاضی انتظار علیخان صاحب کی طبیعت پہلے کے مقابلہ میں اچھی ہے لیکن بوجہ کمزوری وضعف طبیعت تولہ ماشا رہتی ہے ذرا سے تغیر موسم کا اثر محسوس ہوتا ہے۔

(۵) سنا گیا ہے کہ لکھنؤ میں اہلیہ خانصاحب ڈاکٹر سید معراج رسول کو لو لگ گئی تھی جس کا اثر کئی دن رہا اب معلوم ہوا ہے کہ اچھی ہیں۔

علالتین :- اہلیہ مولوی ثابت علی عباسی (قلعہ) کی طبیعت عرصہ سے خراب رہتی تھی۔ اورنگ آباد میں یونانی علاج سے فائدہ ہوا تھا۔ طویل عرصہ کے بعد وطن آنے پر سکون سے بیٹھنے کو بھی نہیں ملا اور دوا بھی ترک ہوگئی تھی نہ کافی احتیاط ہی ہو سکی۔ سابقہ شکایات پھر عود کر آئیں۔ لکھنؤ لیڈی ڈاکٹر کو دکھانے گئیں تھیں جس نے توجہ سے علاج کرنے کی ہدایت کی ہے۔ دواؤں کا استعمال شروع کر دیا گیا ہے اللہ جل شانہٗ جلد صحت عطا فرمائے۔

متفرقات :- (۱) یہ سنکر خوشی ہوئی کہ انصار احمد علوی خلف اصغر ڈاکٹر حاجی حکیم احمد علوی (محلہ باؤلی) قرآن شریف حفظ کر رہے تھے گذشتہ ہفتہ میں کلام مجید ختم ہوگیا۔ اور ان کے استاد حافظ مولوی عطاالحق دیوبندی نے سند حافظہ دیدی۔

(۲) حسب ذیل حضرات نے از راہ عنایت اپنا بقایا چندہ مرحمت فرمایا ہے جس کے لئے ہم اُن کے مشکور ہیں :-

مولوی سید ظہور الدین احمد صاحب ۱۰ ر اہلیہ مولوی سید ظہور الدین احمد صاحب - ۴ ر خانصاحب ڈاکٹر سید معراج رسول صاحب ۲ ر منشی مشیر احمد علوی بی۔ اے ۲ ر

حادثات

ہم نے دلی رنج و افسوس سے سُنا کہ بمقام کانپور ۱۹ر جون ۱۹۴۱ء کو ۹ بجے دن کے وقت منشی محب الرحمٰن علوی رجسٹرار کی دختر نے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منشی محب الرحمٰن کی مرحوم بیوی کی یہ واحد یادگار تھی اور بہت ہونہار معلوم ہوتی تھی۔ افسوس ہے کہ موت نے اس کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا۔ نانا نانی نے جنہوں نے مرحومہ بچی کی پرورش کی تھی کیونکہ ماں نے اسکی پیدائش کے فوراً بعد انتقال کیا تھا) اور غمزدہ باپ (جنکے زخم کا پھاہا تھی) داغ مفارقت دیا مشیت ایزدی میں کچھ چارہ نہیں۔ اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ ہم سوائے اس کے کہ غمگین باپ اور نانا و نانی کو صبر جمیل عطا ہونے کی دعا کریں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

(۲) انتہائی غم و الم کے ساتھ ہم یہ خبر درج کر رہے ہیں کہ ۲۵-۲۶ جون ۱۹۴۱ء کی درمیانی شب میں ۱۲ بجے منشی وزیر احمد علوی بی۔ اے پنشنر تحصیلدار نے بمقام لکھنؤ (وزیر منزل مولوی گنج) چند روز علالت کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر حیثیت سے یہ حادثہ بہت سخت ہے۔ مرحوم گذشتہ سال پنشن لے کر آئے تھے اور ابھی تک پنشن کے کاغذات کا تکملہ بھی نہ ہوا تھا کہ اس سے فائدہ حاصل کرتے۔ بڑے خلیق متواضع انسان تھے۔ اہل وطن کی بڑی عزت و خدمت کرتے تھے اور اعزہ سے سلوک ہوتے تھے۔ ایسے محبت کے لوگ روز پیدا نہیں ہوا کرتے۔ ختم تعلیم کے بعد مرحوم کی ملازمت کاکوری مڈل اسکول کی ہیڈ ماسٹری سے شروع ہوئی۔ کچھ دنوں کوئنس اینگلو سنسکرت ہائی اسکول لکھنؤ میں اسسٹنٹ ماسٹر بھی رہے تھے۔ بعدہ سرکاری ملازمت نائب تحصیلداری سے شروع ہوئی اور اول درجہ کی تحصیلداری سے وظیفہ یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ کے لئے ڈپٹی کلکٹر بھی ہو گئے تھے۔ حضرت حافظ شاہ علی انور قلندرؒ سے بیعت تھے اور اس آستانہ سے بڑا خلوص تھا۔ ہر سال رجبی شریف بڑے عقیدت اور سیر چشمی سے کرتے تھے۔ عرصہ سے ذیابیطس کی شکایت تھی۔ گذشتہ ہفتہ میں ہاتھ میں ایک چھالہ نکلا جس نے بہت جلد ہاتھ ہی کو نہیں ماؤف کیا بلکہ تمام جسم میں زہر پھیل گیا اور ایک ہفتہ میں موت و حیات کی منزلیں طے ہو گئیں۔ علالت کی عام اطلاع بھی عام طور پر نہ ہو سکی اور اپنے بھائی ظہیر احمد مرحوم جن کے انتقال کو صرف ایک ماہ ہوا ہے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہم کو اس حادثۂ عظیم میں مرحوم کی بیوہ، واحد یادگار بیٹی، اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے اور سبھوں سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

ریاست حیدرآباد کی اطلاعات

(۱) مولوی غازی الدین احمد علوی، ایچ۔ سی۔ ایس۔ منصرمانہ مددگار معتمدی امور عامہ و امور سکریٹری، پانچسو تا آٹھ سو کے گریڈ میں ترقی یاب ہوئے۔ چونکہ سلسلہ مستقلانہ ہے خدا سے امید جلد مستقل ہونے کی ہے۔

(۲) منشی عبد الولی علوی کا تبادلہ "سنگاریڈی" منسوخ ہو گیا اب صدر مزرعہ احمایت ساگر حیدرآباد گئے ہیں اور ۱۱ر جون کو وہاں پہونچکر اسسٹنٹ اڈیکلچرسٹ کا جائزہ لے لیا ہے۔

(۳) ۹ر جون ۱۹۴۱ء کو مولوی غازی الدین احمد کے یہاں دختر تولد ہوئی۔ زچہ و بچی بخیریت ہیں۔

(۴) مولوی صلیح الدین احمد آسیر کو ڈاکٹروں نے قلت الدم (انیمیا) تجویز کیا ہے جس کی وجہ سے جگر و معدہ کا فعل قوی نہیں رہا ہے۔ قبض شدید رہتا ہے ضعف اس قدر ہے کہ اٹھ کر بیٹھنے میں بھی اختلاج ہونے لگتا ہے۔ علاج سے کبھی فائدہ محسوس ہوتا ہے اور کبھی نقصان۔ مگر کل زرشیں ہیں خداوند کریم جلد صحیح و تندرست فرمائے۔ (رپورٹر)

باہتمام سید توسل حسین پرنٹنڈ انڈیا برقی پریس میں چھپوا کر سید محمد نثیر الدین نے دفتر کاکوری اخبار واقع مولوی محلہ دلال ملی بکاکوری سے شائع کیا